غیر مسلموں سے اخلاقی اور سماجی تعلقات (سیرت طیبہ کی روشنی میں)

ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری*

Abstract

Moral and Social Relations with the Non-Muslims in Light of Seerah of the Prophet Muhammad (SAW)

Allah has described the life of the Holy prophet as the best model. His rights have been set forth through revelations for times to come. One of the issues is that of the relation with the non-Muslims. As Islam wants the well-being of all human beings besides the Muslim community, it does not inhibit the natural love relations and needs rather it is committed to them. Therefore, it is the responsibility of an ideal Muslim state to take care of the rights of the non-Muslims within the state and cooperate with them in the necessary affairs. Good manners, fair treatment, justice and financial support are of great importance in these rights.

The Holy prophet laid the foundation of the first Islamic state after *Hijrah* to Medina and set a chartered with other nations for liaison, which is called as the written constitution of the world and may also be called as the pact of the rights of the world's nations. In this agreement he proved that Muslims and non-Muslims are all equal as human beings and are equal in human compassion and relationship.

The Holy Prophet (SAW) taught his followers high morals and urged them to be gentle and considerate in dealing with others. He did not restrict his followers to be courteous with Muslims only but emphasized to be civil to non-Muslims as well and that to treat them with good manners. The teaching and instructions given by Islam with regard to mutual respect and moral excellence are primarily meant for Muslims, however, non-Muslims are also included in it. The Holy Prophet gave ideas concerning human rights, collective justice, tolerance, and mutual peaceful existence in the international relations fourteen hundred years back. The authenticity of these concepts needs to be projected at world level in the current time. In this way the intellectual superiority of Islam and the scholarly domination of its principles in the world are to be highlighted.

Keywords: Islamic Morals; Social Laws; Minorities; Religious Tolerance; Coexistance; Peace.

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس دین کی تعلیمات نے فطرت کے ہر ہر پہلو کو پیش نظر رکھا ہے۔ آنحضرت نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عیال اللہ کے الفاظ سے موصوف فرمایا اوران الفاظ کے ذریعہ اپنی امت کے افراد کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تفریق اور تقسیم تمہارا کام نہیں۔ تمہارا فریضہ یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا احترام کرو اوراس بنیاد پر احترام کرو کہ یہ اللہ کے عیال ہیں۔ مسلمانوں کو اچھے اخلاق کے ذریعہ ایک اچھا انسان ہونے کا ثبوت دینا چاہیئے، تاکہ اسلام کی اچھی تصویر غیر مسلموں کے ذہن میں بیٹھے۔ اسی طرح انسانیت میں ساری قومیں شامل ہیں، جہاں انسانیت کی بات آئے گی وہاں ان کے ساتھ ہمدردی، خیر خواہی رواداری وغیرہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی جائے گی۔

* چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

قرآنِ کریم نے اس سلسلہ میں یہ عظیم اوراساسی اصول بیان کیاہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ برتاواور لین دین میں اصل یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا رویہ اختیار کیاجائے اوران کے ساتھ نیکی اوراحسان کرنے میں اس وقت تک ہاتھ نہ کھینچا جائے جب تک ان کی طرف سے صریح دشمنی اور عہد شکنی کا عملی مظاہرہ نہیں ہوتا: ﴿اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے﴾۔[1]

مذکورہ آیت کریمہ میں لفظِ برّ(بھلائی)، معاملہ حسنہ (حسن سلوک) سے زیادہ وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ امام قرافی رحمہ اللہ اس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان کے کمزور لوگوں پر نرمی کی جائے۔ ان کے محتاجوں کی ضروریات کو پورا کیا جائے- ان کے بھوکوں کو کھانا کھلایا جائے، ان کے بے لباسوں کو لباس مہیا کیا جائے، ان کے ساتھ از راہ تلطف نرمی سے گفتگو کی جائے۔ ان پر خوف اور ذلت مسلط نہ کی جائے، ان کے پڑوس میں رہتے ہوئے اگر ان کی طرف سے کوئی اذیت پہنچے تو از راہ کرم اسے برداشت کیا جائے۔ ان کے لئے ہدایت کی دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں سعادت مندوں میں سے بنادے۔ دین و دنیا کے تمام معاملات میں ان کے ساتھ خیر خواہی کی جائے- ان کی عدم موجودگی میں اگر کوئی شخص ان کی عزت، مال و متاع اور اہل و عیال کے درپے ہو تو اس کی حفاظت کا سامان کیا جائے، الغرض ان کے تمام حقوق اور مصالح کا تحفظ کیا جائے اور دستِ ظلم کو ان کی طرف بڑھنے نہ دیا جائے اور ان کے تمام حقوق ان کے گھر کی دہلیز تک پہنچائے جائیں۔"[2]

کلام الٰہی کا یہ قانون محض کاغذی قانون اورپڑھنے کی حدتک نہیں ہے، بلکہ اس کے عملی نفاذ کی ایک شاندار تاریخ بھی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کارویہ اسلامی تاریخ کا روشن باب ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ آپ ﷺ کا پڑوس رہا، آپ ﷺ نے ہمیشہ ان کے ساتھ بھلائی اور حسن سلوک کا رویہ اختیار کیا، آپ ﷺ ان کو تحفے تحائف دیتے اوران کے تحفے اور دعوتیں قبول کرتے تھے۔ آپ ﷺ غیر مسلم مریضوں کی بیمار پرسی کرتے اور غیر مسلم افراد پر صدقہ وخیرات بھی کرتے تھے۔ پیغمبر اسلام، خلفائے راشدین اور دیگر مسلم حکمرانوں کے بے شمار واقعات تاریخ ثبت ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی زندگی و معمولات کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بہترین اسوہ قرار دیاہے۔ اور رہتی دنیا تک آپ ﷺ کے حقوق بذریعہ وحی متعین فرما دیئے ہیں۔ ان مسائل میں سے ایک مسئلہ غیر مسلموں سے تعلقات کا ہے۔ کیا غیر مسلموں کے ساتھ روابط و تعلقات رکھنے کی اجازت ہے یا نہیں۔ اگر جواب مثبت میں ہے تو پھر اس کی نوعیت اور دائرکار کیا ہو سکتا ہے۔ عمومی سطح پر ان کے تعلقات کیسے ہونے چاہیے اور حکومتی سطح پر اس ربط و تعلق کی حدود کیا ہیں۔ کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک مسلم غیر مسلموں کے ساتھ اس طرح گل مل جائے کہ اسے حقوق مصطفی کا خیال بھی نہ رہے۔

آپ ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے انسانی حقوق، عدل اجتماعی، تحمل وبرداشت اور بین الاقوامی تعلقات میں

پرامن بقائے باہمی کے جو تصورات عطا کیے ہیں ان کی صداقت دورحاضر میں آفاقی سطح پر نمایاں کرنے کی ضرورت ہے۔اس لحاظ سے اسلام کی فکری برتری اوراس کے اصولوں کا علمی غلبہ دنیاپرواضح کرناہے۔

مبحث اول: غیر مسلموں سے اخلاقی وسماجی تعلقات

اسلام ہمیشہ اپنی پیروکاروں کوبلند اخلاق اوراعلی ظرفی کی تعلیم دیتاہے اور دوسروں کے ساتھ نرمی اور خوش مزاجی سے پیش آنے کی دعوت دیتاہے، اسلامی شریعت یہ نہیں چاہتی کہ بداخلاقی اور نامناسب زبان استعمال کی جائے یا کسی بھی معاملے میں تنگ نظری برتی جائے اسلام نے خوش اخلاق انسان کی اہمیت کو صرف مسلمانوں تک محدود نہیں رکھا ہے بلکہ غیر مسلموں سے اعلی اخلاق سے پیش آنے کی تلقین کرتا ہے۔چنانچہ اسلام نے مسلمانوں کو باہمی اخلاقیات کی جو تعلیم اور ہدایات دی ہیں ان کا صحیح مصداق تو مسلمان ہیں تاہم غیر مسلم افراد بھی اس میں شامل ہیں۔اسلام نے غیر مسلموں کو بہت سے حقوق عطا کئے ہیں۔

غیر مسلموں سے تحائف کا تبادلہ

اجتماعی زندگی میں تحفے تحائف کے لین دین اور تبادلہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے، یہ ایک اخلاقی اور سماجی ضرورت ہے،اس سے محبت اور دوستی بڑھتی ہے اور تعلقات مستحکم ہوتے ہیں، باہمی فاصلے کم ہوتے ہیں اور دلوں سے تکلیف ورنج کے آثار دور ہوتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے: (تهادوا فإن الهدية تذهب وحر الصدر)[3] (ایک دوسرے کو ہدیے اور تحفے دو، اس لیے کہ یہ سینہ کی عداوت اور حسد کو دور کرتے ہیں)۔ یہ حکم عام ہے، اس سے غیر مسلم خارج نہیں بلکہ ان سے بھی ہدایا کا تبادلہ کیا جانا چاہیے۔احادیث کے مطالعہ سے غیر مسلموں کو تحفے دینے اوران کے تحفے قبول کرنے کا ثبوت ملتاہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس کی ترغیب دی ہے اوراس پر عمل فرمایاہے۔ حضرت عائشہؓ اس معاملہ میں آپ ﷺ کا اسوہ بیان کرتی ہیں کہ: (كان رسول الله ﷺ يقبل الهدية ويثيب عليها)[4] (رسول اللہ ﷺ ہدیہ قبول فرماتے اور اس کے عوض ہدیہ دیتے)۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں باب قائم کیاہے "باب قبول الهدية من المشركين"

> حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام نے سارہ کے ساتھ ہجرت کی ان کو لے کر ایسی آبادی میں پہنچے جہاں باشاہوں میں سے ایک بادشاہ یا ظالم حکمرانوں میں سے ایک ظالم حکمران رہتا تھا اس نے کہا کہ اسے تحفہ میں، ہاجرہ علیہا السلام دے دو۔ اور نبی ﷺ کو زہر آلودہ بکری (کا گوشت) پیش کی گئی۔ابو حمید فرماتے ہیں کہ ایلہ کے بادشاہ نے نبی ﷺ کو سفید خچر تحفہ میں دی اور ایک خوبصورت چادر پہنائی تو آپ ﷺ نے انھیں ان کے علاقے کا امان نامہ لکھ دیا۔[5]

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ "حضرت عمرؓ نے مکہ میں مقیم اپنے بھائی ایک جوڑا (تحفہ) میں دیا"۔[6]

غیر مسلموں سربراہان کو تحائف کا تبادلہ

رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلموں سربراہان مملکت اور سلاطین کو تحفے پیش کیے اوران کے ارسال کردہ تحائف کو قبول فرمایا۔تحفے اور تحائف کا تبادلہ درحقیقت تالیف قلوب کا ایک اہم ذریعہ ہے جس سے بین الاقوامی سطح پر روابط مستحکم

ہوتے ہیں۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ "أن كسرى أهدى له فقبل وأن الملوك أهدوا إليه فقبل منهم" یعنی "کسریٰ نے آپ ﷺ کو ہدیہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے قبول کیا اسی طرح مختلف بادشاہوں نے آپ ﷺ کو ہدیے دیے آپ ﷺ نے انھیں قبول فرمایا"۔[7] اسی طرح غزوہ تبوک کے واقعہ کے سلسلہ میں حضرت ابو حمید ساعدیؓ بیان کرتے ہیں: (أهدى ملك أيلة للنبي ﷺ بغلة بيضاء وكساه برداً وكتب إليه ببحرهم يعني بلدهم)۔[8] یعنی (ایلہ[9] کے بادشاہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور تحفہ ایک سفید خچر پیش کی اور ایک چادر پہنائی اور آپ ﷺ نے اس کے علاقے پر اس کا قبضہ باقی رکھا)۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں۔ کہ "اکیدر دومۃ[10] نے رسول اللہ ﷺ کو ایک ریشمی کرتا بطور ہدیہ بھیجا تھا لوگ اسے تعجب سے دیکھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: (قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے جنت میں سعد بن معاذؓ کے رومال اس سے عمدہ ہیں)۔[11]

غیر مسلموں کی مذہبی تہواروں پر تحفہ دینا

غیر مسلموں کی عید اور مذہبی تہواروں پر تحفہ بھیجنا جائز نہیں اکثر علماء کرام نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ امام زیلعی فرماتے ہیں: "نیروز اور مہرجان کے دو دنوں کے نام پر (فرس کے ہاں بڑی دو عیدیں) تحفہ بھیجنا جائز نہ صرف حرام ہے بلکہ کفر ہے"۔[12] شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: " (جس کسی نے مسلمانوں کو عام حالات کے علاوہ ان عیدوں کے موقع پر تحفہ بھیجا تو ایسے تحفے کو قبول نہیں کرنا چاہیے خصوصا ایسا تحفہ جس سے ان سے مشابہت کا اندیشہ ہو مثلاً شمع وغیرہ کا تحفہ "۔[13]

غیر مسلموں کی مذہبی تہواروں پر تحفہ دینے کے بارے میں کچھ روایات مروی ہیں۔ مثلاً سنن کبری میں ہے کہ امام ابن سیرین حضرت علیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ "کسی (غیر مسلم) کا حضرت علیؓ کی خدمت میں نیروز کا ہدیہ پیش کیا گیا تو آپؓ نے فرمایا یہ کیا ہے۔ صحابہ کرام نے جواب دیا یہ نیروز کا دن تو آپ نے فرمایا یوم فیروز پر ایسا کیا کرو"۔[14] حدیث کے راوی ابو اسامہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے کراہت کا اظہار کرتے ہوئے نیروز کی بجائے یوم فیروز کہا یعنی ان کی عید کا نام نہیں لیا۔ مصنف ابن أبی شیبہ کی ایک روایت میں ہے۔ کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا: "ہمارے بعض مجوسی قریبی رضاعی رشتہ دار ہیں اور وہ اپنے تہواروں کے موقع پر ہمیں ہدیہ دیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اس دن کے ذبیحے (کا گوشت) نہ کھاؤ البتہ پھل وغیرہ کھا سکتے ہو"۔[15]

ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے۔ کہ غیر مسلموں کے تالیف قلب اور انہیں اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے عام حالات میں ان سے تحائف کا تبادلہ بھی جائز اور مستحسن عمل ہے۔ البتہ جہاں ان کے کفریہ عقائد میں ان کی مشابہت ہوتی ہو یا پھر ان کی اعانت کا اندیشہ ہو تو ایسی صورتحال میں ہدیہ کا قبول کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ اسلئے اہل علم نے غیر مسلموں کو تحائف دینا یا لینے کو درج ذیل شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے۔

غیر مسلم کو تحفہ دینے کی شرائط

1۔ دل کا میلان نہ ہو اور نہ ہی محبت و مؤدت کا اظہار ہوتا ہو۔

2۔ کوئی کفر، شرک اور فسق والا کام نہ ہو۔

3۔ کسی کافر کی تعظیم اور اس کی سرداری کو متضمن نہ ہو۔

4۔ ان سے مشابہت کا اندیشہ نہ ہو۔

غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا

معاشرے میں خوشگوار زندگی کے لیے مہمانوں کی عزت وتوقیر کرنا اور انھیں مدعو کرنا اور دعوت قبول کرنے کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ دعوت کو قبول کرنے کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور بلا وجہ اسے رد کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے۔ اسی طرح غیر مسلم کی دعوت قبول کرنا اور ان کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے، بوقت ضرورت انہیں دعوت دی جاسکتی ہے اور اس کی دعوت قبول کی جاسکتی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ نے غیر مسلموں کی دعوت قبول فرمائی ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

"ایک یہودی نے رسول اللہ ﷺ کو جو کی روٹی اور بدبودار چربی کی دعوت دی، آپ ﷺ نے قبول فرمائی"۔[16]

رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلم کے کھانے پینے کا بھی اہتمام فرمایا ہے۔ قبیلہ ثقیف کے وفد کو جو ابھی تک اسلام نہیں لایا تھا۔ آپ ﷺ نے انھیں مسجد نبوی میں ٹھہرایا تو حضرت خالد بن سعیدؓ ان کے کھانے کا انتظام کرتے تھے۔[17]

الغرض غیر مسلم کے ساتھ کھانا پینا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان میں حرام اشیاء نہ ہوں۔

غیر مسلم کی عیادت کرنا

سماجی واخلاقی تعلقات میں ایک اہم کام مریض کی عیادت ہے۔ بیمار پڑ جانے والے بھائی کی عیادت اور تیمارداری کرنا، اس کی راحت کا سامان مہیا کرنا اور اس کے لیے کلمات خیر کہنا بھی بہت بڑی نیکی ہے اس سے ہمدردی کا اظہار اور مریض سے یگانگت ہوتی ہے۔ ان تعلقات میں بھی مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلم کی عیادت کا بھی یہی حکم ہے۔ جس کی اسلام نے بڑی تاکید فرمائی ہے اس بارے میں بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں۔

چنانچہ احادیث سے اس بات کا ثبوت بھی ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک یہودی لڑکے کی عیادت فرمائی ہے:

> حضرت انسؓ کی روایت ہے آپ فرماتے ہیں: "ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بیمار ہوا تو آپ ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لیے گئے آپ ﷺ اس کے سر کے پاس بیٹھے اور فرمایا کہ اسلام لے آو! اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا جو اس کے پاس کھڑا تھا اس نے اپنے بیٹے سے کہا ابو القاسم کا کہا مان لے، اور وہ اسلام لے آیا تو رسول اللہ ﷺ یہ کہتے ہوئے باہر نکل آئے اللہ کا شکر ہے جس نے اس کو آگ سے نجات دی"۔[18] اسی طرح آپ ﷺ بنو نجار کے ایک شخص کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے جو غیر مسلم تھا۔[19]

علامہ مرغینانی غیر مسلم کی عیادت کے جواز کے بارے میں رقمطراز ہیں: "یہودی اور نصرانی کی عیادت میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لیے کہ یہ ان کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اور حسن سلوک ہے، اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا ہے۔[20]

غیر مسلم کی تعزیت

غیر مسلم کے گھر میں اگر فوتگی ہو جائے تو اس کی تعزیت کی جانی چاہیے اور انسانی ہمدردی کا اظہار کیا جانا چاہیے، یہ ایک سماجی واخلاقی تقاضا ہے اور عین اسلام کی تعلیم پر عمل ہے۔ امام ابو یوسفؒ کا بیان ہے کہ حضرت حسنؒ بصری

کے پاس ایک عیسائی آتا اور آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، جب اس کا انتقال ہوا تو انھوں نے اس کے بھائی سے تعزیت ان الفاظ میں کیا: "تم پر جو مصیبت آئی ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا وہ ثواب عطا کرے جو تمہارے ہم مذہب لوگوں کو عطا کرتا ہے، موت کو ہم سب کے لیے برکت کا باعث بنائے اور وہ ایک خیر ہو جس کا ہم انتظار کریں، جو مصیبت آئی ہے، اس پر صبر کا دامن نہ چھوڑو۔[21]

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ اگر یہودی یا عیسائی کا بیٹا فوت ہو جائے تو کیسے تعزیت کی جائے تو آپ نے جواب دیا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے موت اپنی ہر مخلوق کے لیے لکھ دی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ موت جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے جب آئے تو خیر کے ساتھ آئے، "انا للہ وانا الیہ راجعون" جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد نہ گھٹائے"۔[22]

غیر مسلم جنازہ کا احترام

بحثیت انسانیت تمام بنی نوع آدم یکساں ہیں چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم سب انسانی ہمدردی اور انسانی تکریم کے مستحق ہیں ۔ اس لئے غیر مسلم کی خوشی اور غم میں شمولیت حدود میں رہتے ہوئے جائز ہے۔ اگر غیر مسلم کے ہاں کوئی جنازہ ہو جائے تو احترام انسانیت کرتے ہوئے کھڑا ہو جانا چاہیے۔ جنازے کے احترام میں کھڑے ہونا آپ سے ثابت ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا تو رسول اللہ کھڑے ہو گئے، صحابہؓ نے عرض کیا یہ تو یہودی کا جنازہ ہے، آپ نے فرمایا: (أَلَيْسَتْ نَفْسًا) یعنی (کیا وہ انسان نہیں)۔[23]

غیر مسلم کو دعا دینا

دین اسلام خیر خواہی کا کا نام ہے اس لئے اسلام اعلی اخلاقی اقدار کی تعلیم دیتا ہے دوسروں سے اظہار ہمدردی کرنا اور ان کی ترقی، راحت اور خوشحالی کی تمنا کرنا اور ان کے حق میں دعا قلبی سخاوت اور وسعت ذہنی کی علامت ہے، اس میں مسلم اور غیر مسلم سب شریک ہیں۔ اس بات کو غیر مسلم بھی جانتے تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے۔

یہود آپ کی مجلس میں زبردستی چھینکتے تھے تاکہ زبان مبارک سے ان کے حق میں یہ دعائیہ کلمات ادا ہوں۔ آپ یرحمکم اللہ کے الفاظ تو ان کے لیے استعمال نہیں فرماتے تھے۔ البتہ "یھدیکم اللہ ویصلح بالکم" کہا کرتے تھے۔[24]

یہ بھی دعا ہے اور اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ہدایت سے نوازے اور تمہارے حالات ٹھیک کر دے۔ اس سے واضح ہے کہ غیر مسلم کو دعا دی جاسکتی ہے۔ یہ اسلام کی اعلیٰ اخلاقی تعلیمات کا تقاضا ہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ: "ایک یہودی نے رسول اللہ کو دودھ دوہ کر پیش کیا تو آپ نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین و جمیل رکھے، چنانچہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے، اور وہ تقریباً نوے سال تک زندہ رہا لیکن اس کے بالوں میں سفیدی نہ آئی"۔[25]

مبحث ثانی

غیر مسلموں سے معاشرتی تعلقات

اسلام چونکہ ملت اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ملت انسانی کی بھلائی چاہتا ہے۔وہ انسانی محبت و مروت کے فطری رشتوں اور تقاضوں کو کچلنا نہیں چاہتا بلکہ ان کی پاسداری کرتا ہے۔اس لیے ایک مثالی ریاست کا فریضہ ہے کہ وہ ریاست کے اندر غیر مسلموں کے حقوق کا خیال رکھے اور ضروری امور میں تعاون کرے۔ان حقوق میں حسن سلوک، عدل وانصاف اور مالی امداد کی بڑی اہمیت ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد پہلی اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اس میں غیر اقوام کے ساتھ تعاون واشتراک کے لیے ایک میثاق ترتیب دیا۔ جسے دنیا کا تحریری دستور اور اقوام عالم کے حقوق کا معاہدہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس معاہدہ میں آپ ﷺ نے ثابت کر دیا کہ بحیثیت انسان مسلم اور غیر مسلم سب برابر ہیں اور انسانی ہمدردی اور تعلقات میں سب برابر ہیں۔

غیر مسلم ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک

معاشرتی زندگی میں انسان کا تعلق وواسطہ سب سے پہلے اپنے ہمسائے کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے اسلام میں ہمساؤں کی بڑی اہمیت بیان گئی ہے۔ان کے ساتھ حسن سلوک وحسن اخلاق کی تعلیم دی ہے اور ان کو اپنے شر سے حفاظت کی ہدایت دی ہے۔

ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حبشہ سے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں اپنی مسجد میں ٹھہرایا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کی ضیافت وخدمت کے فرائض انجام دیئے- آپ ﷺ کا ان حبشیوں کے ساتھ عمدہ اخلاق اور حسن سلوک یہ مظاہرہ ان کے اس حسن سلوک کا بدلہ تھا جو اُنہوں نے مہاجرین حبشہ کے ساتھ روا رکھا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: (إنهم كانوا لأصحابنا مكرمين فأحب أن أكرمهم بنفسي) اُنہوں نے ہمارے اصحاب کی عزت افزائی کی تھی تو کیوں نہ میں خود ان کی عزت وتکریم کروں۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے،اسے اپنے پڑوسی کو اذیت نہیں پہنچانی چاہیے"۔[26] اسی طرح ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ بھی تعلیم دی کہ جب سالن پکایا جائے تو اس میں اتنا پانی بڑھا دیا جائے کہ ہمسایوں میں تقسیم کیا جا سکے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے تاکید کے ساتھ فرمایا کہ:(إِذَا طَبَخْتَ مَرَقَةً فَأَكْثِرْ مَاءَهَا وَتَعَاهَدْ جِيرَانَكَ)۔[27] یعنی (جب تم سالن پکاؤ تو پانی بڑھا دو اور اپنے ہمسایوں کا خیال رکھو)۔ غیر مسلم بھی ہمسائے ہیں ، ہمسایوں سے متعلق اس طرح کے جو بھی احکام ہیں ان میں مسلم اور غیر مسلم دونوں داخل ہیں،یعنی جس طرح مسلمان ہمسائے کو تکلیف سے محفوظ رکھا جائے گا اور اسے خوشی و راحت میں شامل کیا جائے گا،اسی طرح غیر مسلم ہمسائے کا بھی حق ہے کہ اسے امن فراہم کیا جائے اور حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔ صحابہ کرامؓ نے اس پر سختی سے عمل کیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے ایک بار ایک بکری ذبح کرائی، غلام کو ہدایت کی کہ وہ سب سے پہلے ہمسائے کو گوشت پہنچائے، ایک شخص نے کہا حضور! وہ تو یہودی ہے، آپؓ نے فرمایا یہودی ہے تو کیا ہوا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جبریل امین مجھے ہمسائے کے متعلق وصیت کرتے رہے حتی کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ اسے وارث ہی بنا دیں گے"۔[28]

اس حدیث کے حوالے سے علامہ رشید رضا مصری رقمطراز ہیں: "یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓو نے پڑوس کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلے میں جو مطلق تاکیدیں فرمائی ہیں، ان سے یہ سمجھا کہ ان میں مسلم اور غیر مسلم دونوں شامل ہیں، عبد اللہ بن عمرؓو کا علم وفہم تمہارے لیے کافی ہونا چاہیے"۔[29]

سورۃ النساء میں اللہ تعالی نے مختلف ہمسائیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ سلوک واحسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے اور پہلو کے ساتھی سے اور راہ کے مسافر سے اور ان سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں، (غلام کنیز) یقیناً اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔[30]

نوف الشامی نے ارشاد باری تعالیٰ ﴿وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾ سے غیر مسلم ہمسایہ مراد لیا ہے، علامہ قرطبی لکھتے ہیں: "ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک کا حکم، یہ مندوب اور پسندیدہ ہے، ہمسایہ مسلم ہو یا کافر"۔[31] مزید لکھتے ہیں کہ علماء نے کہا ہے: "ہمسایہ کے اکرام واحترام میں جو احادیث آئی ہیں وہ مطلق ہیں، اس میں کوئی قید نہیں ہے، کافر کی بھی قید نہیں"۔[32]

ہمسایہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو اس کے ساتھ حسن سلوک کرنا شرعی فریضہ ہے۔ علماء کا بیان ہے کہ غیر مسلم ہمسایہ کا صرف ایک حق ہے، یعنی حق ہمسائیگی اور مسلمان ہمسائے کے دو حق ہیں۔ ایک حق ہمسائیگی دوسرا حق اسلام۔ جب کہ مسلمان رشتہ دار ہمسائے کے تین حق ہوتے ہیں۔ حق ہمسائیگی، حق اسلام اور حق قرابت۔ ہمسایہ جو بھی ہو اس کے حقوق کے بارے میں انسان کو اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دینا ہو گا۔

غیر مسلم کے ساتھ عدل وانصاف

عدل وانصاف کسی ایک گروہ، ملک اور قوم کی خواہش وحاجت نہیں۔ یہ پوری تاریخ انسانیت میں تمام انسانوں کی فطری و تاریخی ضرورت ہے۔ اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے چلائی جانے والی تحریک کا بنیادی ترین عنصر عدل وانصاف ہوتا ہے۔ عدل وانصاف ہی وہ شئ ہے جس کے لئے انسانیت ہمیشہ تشنہ رہی ہے۔

قرآن مجید گزشتہ اقوام کی داستان بیان کرنے کے ضمن میں بار بار اس حقیقت کی یاد دہانی کرتا ہے کہ دیکھو ظلم وفساد کے نتیجہ میں کس طرح وہ اقوام عذاب الٰہی سے دوچار ہو کر نابود ہوئے، تم بھی اس سے ڈرو کہ کہیں ظلم کرنے کے نتیجہ میں اس قسم کے انجام سے دوچار نہ ہو جاؤ۔

اسلام نے عدل وانصاف پر بہت سخت تاکید کی ہے بلکہ یہ اسلام کا امتیازی وصف ہے کہ انسان کسی بھی حال میں ہو وہ

عدل وانصاف کو ترک نہ کرے۔ آپ ﷺ نے مظلوم کی بد دعا سے بچنے کی تاکید کی ہے۔ جس میں مسلم اور غیر مسلم دونوں داخل ہیں۔ اسلام اپنے متبعین کو ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ کسی فرد یا گروہ پر دست درازی کریں چاہے اس سے کتنے ہی اختلافات کیوں نہ ہوں اور اس نے کتنی ہی زیادتی کیوں نہ کی ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور کچھ لوگوں کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ انصاف ہی نہ کرو﴾۔[33]

اس بارے میں تاریخ اسلامی نے اس کی متعدد مثالیں اپنے دامن میں محفوظ کی ہیں۔ ان میں سے ایک جامع اور بے نظیر قانونی دستاویز محفوظ ہے۔ جو ایک مسلم حکمران سلطان مغرب محمد بن عبد اللہ نے یہودی باشندوں کے متعلق وہاں کے گورنروں کے لیے لکھی تھی انہوں نے لکھا ہے کہ:

> تمام گورنروں، ملازمین اور حکومت کے سبھی شعبہ سے منسلک تمام افراد کے لیے ہمارا یہ حکم ہے کہ وہ ہمارے تمام صوبوں میں بسنے والے یہودیوں کے لیے حق وانصاف کا ترازو قائم کریں، جس کا اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے۔ فیصلوں میں ان کے اور دیگر لوگوں کے درمیان اس طرح مساوات قائم کریں کہ کسی یہودی کو ذرہ برابر بھی ظلم وستم اور تکلیف نہ پہنچنے پائے۔ ان کی جانوں اور اموال پر نہ تو خود زیادتی کریں اور نہ کسی دوسرے کو کرنے دیں اور ان میں سے اہل صنعت وحرفت لوگوں سے ایسا کام نہ لیا جائے جس پر وہ راضی نہ ہوں اور انہیں ان کے کام کا پورا پورا معاوضہ دیا جائے جس کے وہ واقعی مستحق ہیں کیونکہ ظلم دراصل روزِ قیامت کی ظلمتیں ہیں، جس کے ہم روادار نہیں ہوسکتے، نہ ان کے حقوق میں اور نہ دوسروں کے حقوق میں۔ حقوق کے سلسلہ میں ہمارے نزدیک سب لوگ برابر ہیں، جس نے ان پر کسی قسم کا ظلم وزیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم اسے ضرور سزا سے دوچار کریں گے۔[34]

غیر مسلم کی مالی امداد

قرآن کریم نے انفاق اور اس کے تقاضوں کو بیان کرتے ہوئے اس جذبہ کی بھی اصلاح کی ہے کہ تعاون اور ہمدردی کے مستحق صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم بھی ہیں بحیثیت انسان وہ بھی ہمارے حسن اخلاق اور رحم دلی کے مستحق ہیں۔ نیز انسانوں کی مدد وتعاون کے سلسلے میں عقیدہ و مذہب کو رکاوٹ نہیں بننا چاہیے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "اور مؤمنو! تم جو مال خرچ کروگے تو اُس کا فائدہ تم ہی کو ہے اور تم تو جو خرچ کروگے اللہ کی خوشنودی کے لیے کروگے اور جو مال تم خرچ کروگے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہ کیا جائے گا"۔[35] گویا محتاجوں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا اور ان کی ضرورتوں کو پوری کرنا، باعث اجر وثواب ہے۔ محتاج شخص مسلم ہو یا غیر مسلم، رشتہ دار ہو یا غیر رشتہ دار، ہر ایک پر خرچ کرنے کا جذبہ باعث اجر ہے۔ اس میں عقیدہ اور دین ومذہب کا فرق نہیں رکھا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے تنگ دست اہل کتاب کو بھی مساکین کے زمرہ میں شامل کرکے انہیں بھی زکوٰۃ وصدقات کا مستحق قرار دیا۔[36]

کتبِ احادیث میں یہ واقعہ موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی گھرانے کو صدقہ دیا کرتے تھے اور مسلمانوں نے آپ کے بعد اس گھرانے کے صدقہ کو برابر جاری رکھا۔[37] صحابہ کرام غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری میں

اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب ایک تنگ دست یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو بیت المال سے ہمیشہ کے لئے اس کا اور اس کے اہل و عیال کا روزینہ مقرر کر دیا اور بطورِ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پیش کیا: "صدقات صرف فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو صدقات کے کام پر مامور ہیں اور ان کے لئے جن کی تالیفِ قلبی مطلوب ہو، نیز یہ کہ گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے کے لئے ہیں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے، یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا وبینا ہے"۔[38] چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے تنگ دست اہل کتاب کو بھی مساکین کے زمرہ میں شامل کر کے انہیں بھی زکوٰۃ وصدقات کا مستحق قرار دیا۔[39] بعض تابعین کرام کے بارے میں آتا ہے کہ وہ عیسائی راہبوں کو زکوٰۃ الفطر دیا کرتے تھے اور بعض علمانے تو ان کو زکوٰۃ دینے کی اجازت بھی دی ہے۔

خلفا اور مسلم حکمرانوں نے غیر مسلموں کے لئے باہمی تعاون اور اجتماعی کفالت کے اس حق کی پاسبانی کا جس طرح حق ادا کیا، اسلامی تاریخ ان سے لبریز ہے ۔ ان میں سے ایک واقعہ امام ابو یوسف نے عمر بن نافع کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ:

> امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دروازے سے گزرے، وہاں ایک ضعیف العمر نابینے شخص کو بھیک مانگتے دیکھا۔ آپ نے اسے سے کہنی ماری اور پوچھا: اہل کتاب کی کس نوع سے تعلق ہے؟ اس نے جواب دیا: یہودی ہوں۔ آپ نے پوچھا: کس چیز نے تجھے یہ بھیک مانگنے پر مجبور کیا ہے- اس نے کہا: بوڑھا ہوں، اپنی ضروریات اور جزیہ ادا کرنے کے لئے بھیک مانگتا ہوں - حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھر لے گئے اور گھر سے کچھ مال اس کو دیا- اس کے بعد خزانچی کو بلوا کر کہا:"اس کو اور اس قسم کے لوگوں کو دیکھو، اللہ کی قسم! یہ ہر گز انصاف نہیں ہے کہ ہم اس کی جوانی سے تو فائدہ اُٹھائیں اور بڑھاپے میں اسے رسوا ہونے کے لئے چھوڑ دیں۔[40]

غیر مسلم کی خدمت وضیافت

غیر مسلموں کی خدمت اور ان مہمانداری کی بیسیوں مثالیں تاریخ اسلام میں بھری پڑی ہیں۔ اسی طرح کا ایک واقعہ ملاحظہ کریں۔ ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ حبشہ سے عیسائیوں کا ایک وفد مدینہ منورہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی مسجد میں ٹھرایا اور خود اپنے ہاتھ سے ان کی ضیافت و خدمت کے فرائض انجام دیئے- آپ ﷺ کا ان حبشیوں کے ساتھ عمدہ اخلاق اور حسن سلوک کا یہ مظاہرہ ان کے اس حسن سلوک کا بدلہ تھا جو انہوں نے مہاجرین حبشہ کے ساتھ روا رکھا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: (اُنہوں نے ہمارے اصحاب کی عزت افزائی کی تھی تو کیوں نہ میں خود ان کی عزت و تکریم کروں)۔[41]

غیر اسلامی علاقہ پر انفاق

مصیبت وآفت کے موقع پر غیر مسلم افراد کی اعانت کرنا اور ان کے ساتھ ہمدردی وتعاون کرنا آنحضرت ﷺ کا خاصہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان غیر مسلم افراد کی بھی اعانت وفریاد رسی فرمائی جنہوں نے اہل اسلام پر مختلف قسم کے مظالم ڈھائے چنانچہ رسول ﷺ نے اپنے فعل مبارک سے مسلمانوں کو جو نمونہ عمل عنایت فرمایا اس کی ایک مثال ملاحظہ کیجیے :

"ایک سال مکہ مکرمہ کے لوگ قحط میں مبتلا ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے ابو سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کے پاس پانچ سو دینار روانہ کیے تا کہ وہ اہل مکہ کے ضرورت مندوں اور محتاجوں میں تقسیم کریں"۔[42] اتحاد و اخوت اور انسانی رواداری کی اس سے عظیم مثال اور کیا ہو سکتی ہے۔

غیر مسلم سے کاروبار کرنا

کاروبار، خرید و فروخت، لین دین انسانی زندگی کا لازمی جز ہے، یہ معاملات جس طرح مسلمانوں کے ساتھ کیے جاسکتے ہیں اسی طرح غیر مسلم افراد کے ساتھ بھی جائز ہیں، غیر مسلم طبقے سے تجارتی تعلقات شرعی حدود میں رہتے ہوئے کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: "نبی ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنے لوہے کی ذرہ رہن رکھی"۔[43] علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ: "یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ کفار سے معاملہ کرنا جائز ہے اور یہ کہ ان کے آپس کے معاملات کے فساد کا اعتبار نہیں کیا جائے گا"۔[44]

مبحث ثالث:

غیر مسلم اہل کتاب سے سماجی تعلقات

غیر مسلموں کی دو قسمیں ہیں:

۱- آسمانی دین جنہیں اہل کتاب کہا جاتا ہے مثلاً یہود اور عیسائی۔

۲- غیر آسمانی دین جو خود ساختہ اور وضع کردہ ہے، مثلاً ہندو، مجوسی وغیرہ۔

اسلامی شریعت میں دوسری قسم کے غیر مسلموں کے مقابلے میں پہلی قسم کے غیر مسلموں کا معاملہ قدرے مختلف ہے چنانچہ اسلام نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دیا ہے اور ان کی عورتوں سے شادی کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ اہل کتاب کو غیر مسلموں کے مقابلے میں خصوصیت حاصل ہے اس لئے ان کا معاملہ دیگر غیر مسلموں سے مختلف ہے۔ انھیں وہ تمام حقوق حاصل ہیں جن کا تذکرہ گذشتہ مباحث میں ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں انہیں درج ذیل حقوق حاصل ہیں جن میں ان کا ذبیحہ حلال قرار دیا ہے اور ان کی عورتوں سے شادی کو بھی جائز قرار دیا ہے کیونکہ اہل کتاب اللہ تعالیٰ کے وجود، رسالت اور وحی و الہام کے قائل ہیں اور کسی ایسے نبی اور ان کی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جن کی نبوت کی اسلام توثیق کرتا ہو اور ایسی قومیں دو ہی ہیں یہودی اور عیسائی۔

غیر مسلم کا ذبیحہ

غیر مسلموں میں سے اہل کتاب کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ خود قرآن حکیم نے ان کے ذبیحہ کو حلال قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿آج تمہارے لیے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے حلال ہے﴾۔[45]

جمہور علماء کے نزدیک اس آیت میں طعام سے مراد صرف اہل کتاب کے ذبائح کا گوشت ہے کیونکہ گوشت کے علاوہ دوسری اشیاء خوردنی مثلاً گیہوں، چاول اور پھل اور دوسری اشیاء وغیرہ میں اہل کتاب اور دوسرے کفار میں کوئی فرق نہیں ہر کافر کے ہاتھ کا حلال اور جائز ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ جمہور صحابہؓ و تابعین کے نزدیک

لفظ"طعام" سے مراد ذبیحہ جانور ہیں۔ امام قرطبی فرماتے ہیں: "لفظ طعام ہر کھانے کی چیز کے لیے بولا جاتا ہے جس میں ذبائح بھی داخل ہیں اور اس آیت میں طعام کا لفظ خاص ذبائح کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔ اکثر علماء تفسیر کے نزدیک اور اہل کتاب کے طعام میں سے جو چیزیں مسلمانوں کے لیے حرام ہیں وہ اس عموم خطاب میں داخل نہیں"۔[46] حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت ابو الدرداءؓ، ابراہیم، قتادہ، سعدی، ضحاک، مجاہدؒ سے یہی منقول ہے۔[47] حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں: "علماء کا اجماع ہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔ اس لیے کہ وہ غیر اللہ کے نام سے ذبح کو حرام سمجھتے ہیں اور اللہ ہی کے نام سے ذبح کرتے ہیں"۔[48]

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے کی حکمت کے بارے میں مفتی محمد شفیع رقمطراز ہیں: "اکثر صحابہؓ و تابعین اور ائمہ تفسیر کی طرف سے یہ ہے کہ تمام کفار میں سے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دین میں سینکڑوں تحریفات ہونے کے باوجود اس مسئلہ میں ان کا مذہب بھی اسلام کے مطابق ہے یعنی وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا عقیدۃً ضروری سمجھتے ہیں"۔[49]

اہل کتاب کا ذبیحہ جائز ہونے کی شرائط

اہل کتاب کے ذبیحہ حلال ہونے کی درج ذیل شرائط ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کے نام سے ذبح ہو۔

۲- اہل کتاب کے ہاتھوں سے ذبح ہونے والا جانور اسلام میں حرام نہ ہو۔

۳- اہل کتاب غیر اللہ کے نام سے ذبح نہ کرتے ہوں۔

لہٰذا اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے اس وقت حلال ہے جب مذکورہ بالا شرائط پائی جائیں اور اگر یہ شرائط نہ پائی جائیں تو اہل کتاب کا ذبیحہ بھی حرام ہو گا۔

یہاں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ آج کے اہل کتاب اور حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں موجود اہل کتاب کے عقائد و نظریات میں کوئی فرق نہیں ہے، جس طرح کے عقائد آج کے اہل کتاب کے ہیں ویسے ہی اس وقت کے اہل کتاب کے تھے لہٰذا یہ کہنا کہ موجودہ اہل کتاب اور حضور ﷺ کے وقت کے اہل کتاب میں فرق ہے موجود زمانے کے اہل کتاب کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے ہیں جب کہ عہد رسالت کے وقت کے اہل کتاب کفر و شرک سے مبراء تھے تو یہ غلط ہے اور لاعلمی کی دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن نے ان کے باطل عقیدے خود وضاحت کی ہے۔

غیر مسلموں سے ازدواجی تعلقات

معاشرتی استحکام اور اقوام کا وقار خاندانوں کی تشکیل پر ہی موقوف ہے۔ جس کی بنیاد ازدواجی تعلقات پر ہے۔ یہی وجہ ہے ازدواج کا مسئلہ بلا تفریق دین و مذہب ہر دور میں انسانی سماج کے درمیان اہمیت کا حامل رہا ہے۔ مختلف ادیان و مذاہب اور کے پیروکاروں کے مابین ازدوج کے آداب و رسوم میں تو فرق ہو سکتا ہے لیکن ازدواج کی اہمیت سے کسی باشعور انسان کو انکار نہیں۔ اسی لئے اسلام نے مسلمانوں کے لیے نکاح کو لازم قرار دیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مسلمان مرد کے لیے اہل کتاب کی عورتوں سے بھی نکاح کو جائز قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اور پاک دامن مؤمن

عورتیں اور پاک دامن اہلِ کتاب عورتیں بھی حلال ہیں﴾۔[50]

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان جس طرح شریف اور پاکدامن عورت سے نکاح کر سکتا ہے اسی طرح پاکدامن کتابیہ سے بھی نکاح کر سکتا ہے۔اس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان عقائد کا بڑی حد تک اشتراک پایا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جمہور فقہاء کتابیہ سے نکاح کو جائز قرار دیتے ہیں اور اس کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے ایک نصرانی عورت سے شادی کی تھی اور اسی طرح حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے بھی نصرانی عورت سے شادی کی اور حضرت حذیفہؓ نے ایک یہودی عورت سے شادی کی تھی۔[51] علامہ ابن عبد البر نے کتابیہ سے نکاح کے جواز ہونے پر اجماع نقل کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں: "رسول اللہ ﷺ کے دور میں بہت سے ایسے افراد اسلام لائے جن کی بیویوں نے بھی اسلام قبول کیا وہ اپنے سابق نکاح پر قائم رہے، آپ ﷺ نے ان سے شروط نکاح اور کیفیت نکاح کے بارے میں دریافت نہیں کیا۔یہ بات تواتر سے ثابت ہے"۔[52]

جمہور صحابہ و تابعین کے نزدیک اگرچہ ازروئے قرآن اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہے لیکن ان سے نکاح کرنے سے اگر مفاسد پیدا ہوں تب ان کی عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں اسلئے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے کتابیہ عورت سے نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔اس بارے میں جب ان سے پوچھا گیا تو آپ نے جواب دیا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے:﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّى يُؤْمِنَّ﴾[53] یعنی ﴿مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں﴾ اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑا کونسا شرک ہو گا کہ وہ عیسیٰ بن مریم یا کسی دوسرے بندہ کو اپنا رب اور خدا قرار دے۔[54] تاہم قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دی ہے۔تاہم مسلمان عورت کا اہل کتاب کے کسی مرد سے نکاح جائز نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: (ہم اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کریں گے لیکن ہماری عورتوں سے نکاح کی اجازت نہ ہو گی)۔[55]

نتائج بحث

تعلیمات اسلام کی روشنی میں ایک مسلمان جس طرح دوسرے مسلمان کے حق میں سلامتی کا پیکر ہوتا ہے اسی طرح وہ غیر مسلم افراد کے حق میں بھی سلامتی کا پیکر ہوتا ہے، تیر و تلوار، نیزہ و ہتھیار تو کجا وہ اپنی زبان سے بھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا، حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنے اور نیک برتاؤ کرنے کے لیے رنگ و نسل اور مذہب و عقیدہ کی تخصیص نہیں بلکہ یہ حکم سب کے حق میں عام ہے۔مسلمانوں کا ربط و تعلق کسی بھی مذہب و ملت کے افراد سے ہو، انہیں ہر صورت میں یہ ملحوظ رکھنا ہے کہ ہم تو مسلمان ہیں ہماری زبان و بیان سے ہرگز کسی کو تکلیف نہ پہنچنے پائے کیونکہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ معاشرتی تعلقات کی تاکید کی ہے اور کہا ہے کہ غیر مسلموں سے بھی عدل و انصاف کا معاملہ، اچھا برتاؤ اور حسن سلوک کرنا چاہئے۔

یہ حقوق دورِ قدیم میں مسلمانوں کی طرف سے غیر مسلموں کو حاصل تھے جن کی روشنی میں اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کو متعین کیا جا سکتا ہے اور ان پر غور کرنے سے یہ حقیقت ہمارے سامنے روشن ہو سکتی ہے

کہ اسلامی معاشرہ قانوناً بھی اور اخلاقاً بھی اپنے ہاں بسنے والے کسی بھی غیر مسلم کو کس طرح سے دیکھتا ہے؟ اس کا خیال رکھتا ہے اس کو کیا کیا حقوق عطا کرتا ہے اور اسے کس اعتبار سے مکمل آزادی عطا کرتا ہے جس کا بعض صورتوں میں وہ اپنی ہم مذہب ریاست میں بھی تصور نہیں کر سکتا۔

الغرض گذشتہ ادوار میں بلادِ اسلامیہ میں مقیم غیر مسلم اقوام کو حاصل کردہ حقوق دراصل اقوام عالم میں اسلام کے تیزی کے ساتھ پھیلنے کا سبب بنا جس کی شہادت ایک غیر مسلم ڈاکٹر گوسٹاف لیبن(Gustav LeBon) نے دی ہے۔ جس نے مسلمانوں کے غیر مسلم کے ساتھ حسن سلوک کو اسلام کی ترویج کا مرہون منت قرار دیا ہے۔ وہ رقمطراز ہے:

"اسلام کی واضح اور عالمگیر تعلیمات اور اس کے نظامِ عدل واحسان نے اقوامِ عالم میں اشاعت اسلام میں بھرپور کردار ادا کیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہی وہ امتیازی خصوصیات تھیں جو بے شمار عیسائی اقوام کے قبولِ اسلام کا باعث ہوئیں- مصریوں کو دیکھیے، وہ قیصروں کے دورِ حکومت میں نصرانی تھے، لیکن جب وہ اسلام کے اصولوں سے واقف ہوئے تو وہ مسلمان بن گئے- اسی طرح کوئی قوم بھی اسلام کو دل سے قبول کرنے کے بعد دوبارہ عیسائی نہیں ہوئی، قطع نظر اس سے کہ یہ امت غالب تھی یا مغلوب تو اس کی وجہ بھی اسلام کی ہی امتیازی خصوصیات تھیں"۔[56]

مسلمانوں کے اسی طرز عمل کے بارے میں مشہور مستشرق رینو (Reno) گواہی دیتے ہوئے رقمطراز ہے:

"اندلس میں مسلمانوں کا وہاں کے عیسائی باشندوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک تھا، اسی طرح نصاریٰ نے بھی مسلمانوں کے جذبات کا لحاظ رکھا۔ وہ اپنی اولاد کا ختنہ کرتے تھے اور خنزیر کا گوشت نہیں کھاتے تھے"۔[57]

حقیقت تو یہ ہے کہ مسلمان خواہ وہ اسلامی مملکت میں ہو یا جمہوری مملکت میں وہ ہر مقام پر محبت کے پیام کو عام کرنے والا ہوتا ہے، الفت کے پھول بکھیرنے والا ہوتا ہے، وہ گفتار و کردار ہر لحاظ سے امن و سلامتی کا پیکر ہوتا ہے اسے انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ہی وجود بخشا گیا ہے اور یہی چیز اسے اسکے دین یعنی دین اسلام نے سکھائی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

---

[1] القرآن الکریم, سورة الممتحنة: ۸

[2] القرافی، أبو العباس شهاب الدین أحمد بن ادریس. أنوار البروق فی أنواء الفروق. عالم الکتب, ص ۱۵۳

[۳] الترمذی، محمد بن عیسیٰ. سنن الترمذی. تحقیق: احمد محمد شاکر. ط۲: ۱۳۹۵ھ، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، کتاب الولاء والهبة، باب فی حث النبی □ علی التهادی، حدیث: ۲۱۳۰

[4] بخاری، محمد بن اسماعیل. صحیح البخاری. تحقق: محمد زهیر. ط۱: ۱۴۲۲ھ، دار طوق النجاة، کتاب الهبة، باب المکافأة فی الهبة، حدیث: 2445

[5] صحیح بخاری، کتاب الهبة وفضلها، باب قبول الهدیة من المشرکین حدیث: 2128

[6] صحیح بخاری، کتاب الهبة وفضلها، باب قبول الهدیة من المشرکین حدیث: ۲۶۱۹

[7] سنن ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی قبول ھدایا المشرکین، حدیث: 1548

[8] صحیح بخاری، کتاب الہبۃ وفضلھا، باب قبول الھدیۃ من المشرکین حدیث: 2128

[9] ایلہ کے بادشاہ کا نام یحنۃ بن رؤبۃ تھا یہ اس صلح نامہ سے بھی واضح ہے جو رسول اللہ ﷺ نے اسے عطا کیا تھا۔[ابن ہشام. السیرۃ النبویۃ. تحقیق: مصطفی السقاوغیرہ. ط2: 1955ء، مکتبۃ مصطفی البابی وأولادہ، مصر، 2/525]

[10] اس کا نام اکیدر بن عبد الملک الکندی تھا جو دومۃ کا بادشاہ تھا۔ اس نے آپ ﷺ کو ہدیہ بھیج کر صلح کی لیکن اسلام نہیں لایا۔ مصالحت کے بعد وہ واپس ہوا اور اپنے قلعہ میں رہا۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں حضرت خالد بن ولید نے دومۃ کا محاصرہ کیا اس سے جنگ ہوئی اور وہ مارا گیا [ابن الاثیر. اسد الغابۃ. ط: ۱۹۸۹ء، دارالفکر، بیروت، لبنان، باب اکیدر بن عبد المالک، 1/۱۳۵]

[11] صحیح بخاری، کتاب الہبۃ وفضلھا، باب قبول الھدیۃ من المشرکین، حدیث: ۲۴۷۳

[12] زیلعی، عثمان بن علی بن محجن البارعی. تبیین الحقائق. ط۱: ۱۳۱۳ھ، المطبعۃ الکبری الامیریہ، قاہرہ، مصر، 6/228

[13] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم. اقتضاء الصراط المستقیم. تحقیق: ناصر بن عبد الکریم العقل. ط: مکتبۃ الرشد، ریاض، 1/227

[14] البیھقی، أحمد بن الحسین بن. السنن الکبری. کتاب الجزیۃ، باب کراھیۃ الدخول علی أہل الذمۃ ط: دار الکتب العلمیہ، 9/392

[15] ابن أبي شیبہ، عبد اللہ بن محمد. المصنف ابن أبی شیبہ. کتاب الأطعمۃ، ما قالوا فیما یؤکل من طعام المجوس ط. الرشد، 5/548

[16] الشیبانی، احمد بن حنبل. مسند أحمد. تحقیق أحمد محمد شاکر وحمزۃ الزین. ط: دار الحدیث، 3/210

[17] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر القرشی. البدایۃ والنہایہ. ط۱: ۱۹۸۸ء، دار احیاء التراث العربی، باب قدوم وفد ثقیف علی رسول اللہ، ۵/۳۶

[18] صحیح بخاری، حدیث: 1274/ 1356

[19] مسند احمد. ، باب مسند أنس بن مالکؓ، حدیث: ۱۲۵۴۳، ص ۱۸/ ۲۰

[20] المرغینانی, علی بن ابی بکر. الھدایہ فی شرح بدایۃ. ط: دار احیاء التراث العربی، بیروت، کتاب الکراھیۃ، باب مسائل متفرقۃ، ۴/ ۳۸۰

[21] ابو یوسف, یعقوب بن إبراہیم. کتاب الخراج. باب فی قتال أہل الشرک وأہل البغی وکیف یدعون. ط دار المعرفہ، ص ۵ ۲۳

[22] أیضاً

[23] صحیح بخاری، حدیث: 1312

[24] ابو داؤد, سلیمان بن الاشعث. السنن. تحقیق: محمد محیی الدین. ط: المکتبہ العصریہ، بیروت، کتاب الآداب، باب کیف یشمت الذمی

[25] الصنعانی, عبد الرزاق بن ھمام. مصنف عبد الرزاق. کتاب أھل الکتابین. السلام علی أھل الشرک والدعاء لھم، حدیث: ۱۹۴۶۲، 10/ ۳۹۲

[26] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، حدیث: ۵۱۵۴

[27] مسلم بن حجاج. صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ والآداب باب الوصیۃ بالجار والإحسان إلیہ، ط دار طیبہ حدیث 4764

[28] سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی حق الجوار، حدیث: ۵۱۵۴

[29] رضا, رشید. تفسیر المنار. ط: ۱۹۹۰ء، الھیئۃ المصریۃ العامۃ لکتاب، 5/ ۷۵

[30] القرآن الکریم سورۃ نساء: ۳۶

[31] قرطبی, أبو عبد اللہ محمد بن أحمد الأنصاري. الجامع لأحکام القرآن. ط دار الکتب المصریہ, 5/ ۱۸۸

32 ایضاً

33 القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ۸:۵

34 القرضاوی، دکتور یوسف. الاقلیات الدینیہ والحل الاسلامی. ط۱۹۹۶:۱ء، مکتبہ وہبۃ، القاہرۃ، ص ۵۳

35 القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ ۲ :۲۷۲

36 کتاب الخراج, ص136

37 ابوعبید, قاسم بن سلام. کتاب الأموال. تحقیق د. محمد عمارۃ. ط. دار الشروق ص 613

38 القرآن الکریم، سورۃ التوبہ:60

39 کتاب الخراج, 136

40 کتاب الخراج, 136

41 أبوالقاسم, علی بن الحسن بن ھبۃ اللہ. معجم الشیوخ. ط دار البشائر, ص971

42 ابن عابدین, محمد أمین بن عمر. رد المحتار علی الدر المختار. کتاب الزکاۃ، باب مصرف الزکاۃ والعشر، دار الفکر, بیروت, 2/۳۵۲

43 صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی □ بالنسیئہ، حدیث: 1962

44 تقی الدین, ابن دقیق العید. إحکام الأحکام شرح عمدۃ الأحکام. ط:۲۷۲:۱۳ھ، مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ، 156/2

۴۸ القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ:5

46 الجامع لأحکام القرآن، 43/6

۵۰ آلوسی, العلامہ محمود. روح المعانی. دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۶۴/۶

۵۱ ابن کثیر, إسماعیل بن عمر. تفسیر ابن کثیر، دار طیبۃ للنشر والتوزیع, 3/ ۴۰

۵۲ شفیع, مفتی محمد. معارف القرآن. مکتبہ معارف القرآن کراچی, 3/ ۵۱

50 القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ:5

۵۴ ابن القیم, محمد بن أبی بکر. احکام اہل الذمہ. ط رمادي للنشر الدمام, 1/ ۴۵۴

۵۵ ابن قدامۃ. المغنی. ط: ۱۹۶۸ء مکتبۃ القاہرۃ،، باب نکاح أہل الشرک, 7/ ۱۵۱

۵۶ القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ۲: ۲۲۱

۵۷ ابو بکر الجصاص, أحمد بن علی الرازی. احکام القرآن. ط دار إحیاء الکتب العربیہ, ۳/ ۳۲۴

۵۷ سنن البیہقی الکبری، 7/ 172

56 لوبون, غوستاف. حضارۃ العرب. ط مکتبہ الأسرۃ, ص125

57 السباعی, مصطفی. من روائع حضارتنا. دار الوراق للنشر والتوزیع-المکتب الإسلامی, ص۱۴۷